خاندانی منصوبہ بندی
قرآن وحدیث کی روشنی میں

—— مولانا عبد الغفار حسن ——

اولاد کی کثرت کے بارے میں آج کل دو قسم کے خیالات یا نظریئے پائے جاتے ہیں :

۱ - اولاد اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے' اس کی کثرت باعثِ برکت ہے نہ کہ موجبِ زحمت۔

۲ - آبادی کے اضافے سے بہت سے پریشان کن مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وسائلِ رزق محدود ہیں۔ اگر آبادی اسی طرح بڑھتی رہی تو آئندہ نسلوں کو کہاں سے روزی ملے گی' اس لئے اولاد کم سے کم پیدا کرنی چاہئے۔

قرآن وحدیث کی تعلیم کے مطابق پہلا نظریہ درست اور دوسرا غلط ہے۔ ذیل میں دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل(۱) :

﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُم مِّنْ إِمْلَاقٍ ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ﴾

(الانعام : ۱۵۱)

"اور مفلسی کی بناء پر اپنی اولاد کو قتل نہ کرو (کیونکہ) ہم (ہی) تم کو (بھی) رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی (دیں گے)۔"

دلیل(۲) :

﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ ...﴾ (بنی اسرائیل : ۳۱)

"(لوگو) افلاس کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو' ہم ہی انہیں بھی رزق دیتے ہی اور تمہیں بھی۔"

قرآنی بلاغت کا کمال یہ ہے کہ الفاظ کی ترتیب میں تقدیم و تاخیر اور کہیں کسی ایک لفظ کے

اضافے سے دونوں آیات کے مفہوم میں نمایاں فرق نظر آتا ہے۔ پہلی آیت میں مخاطب کی ضمیر مقدم ہے یعنی "کُم" اور دوسری آیت میں غائب کی ضمیر مقدم ہے۔ اسی طرح پہلی آیت میں "هُم" ضمیر غائب مؤخر ہے اور دوسری آیت میں "کُم" ضمیر مخاطب مؤخر ہے۔ اندازِ بیان کا دوسرا فرق یہ ہے کہ پہلی آیت میں "مِّنْ اِمْلَاقٍ" آیا ہے' یعنی موجودہ فقر و فاقہ کی بناء پر۔ اور دوسری آیت میں لفظ "خَشْيَةَ" (اندیشہ) بیان ہوا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جاہلیت کے دور میں دو قسم کے گروہ پائے جاتے تھے۔ ایک وہ جو یہ سمجھتا تھا کہ ہم خود فقر و فاقہ میں مبتلا ہیں' اولاد ہو گی تو کہاں سے کھلائیں گے۔ اور دوسرے گروہ کا خیال تھا کہ ہمیں تو روزی میسر ہے لیکن ہمارے پاس اتنی گنجائش نہیں کہ ہونے والی اولاد کو بھی کھلا سکیں۔ اس بناء پر قرآن نے ان کو تنبیہہ کی ہے کہ تمہاری روزی کے بھی ہم کفیل ہیں اور ان کے رزق کے بھی۔

دوسری آیت میں دوسرے گروہ کی طرف اشارہ ہے کہ تمہیں اپنی اولاد کے لئے فکر مند نہیں ہونا چاہئے کہ وہ کہاں سے کھائے گی۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ تمہاری ہونے والی اولاد کو اور تم کو اپنے رزق سے مالا مال کرے گا۔ اسی حقیقت کو حدیث میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ "بڑے گناہوں میں سے ایک گناہ یہ ہے کہ تم اپنی اولاد کو اس اندیشے کی بناء پر قتل کردو کہ وہ تمہاری روزی میں حصہ بٹائے گی۔ حدیث کے اصل الفاظ یہ ہیں : اَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشْيَةَ اَنْ يَّطْعَمَ مَعَكَ (بخاری و مسلم) تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے تفسیر ابن کثیر' ج ۲' ص ۱۸۸۔

ایک لطیف نکتہ

اس آیت (الانعام : ۱۵۱) میں قتلِ اولاد کی ممانعت کے بعد بدکاری کی ممانعت کی گئی ہے۔ اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے بلکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ اس قسم کی ذہنیت کا لازمی نتیجہ فواحش کی فراوانی کی شکل میں نکلے گا۔ اصل الفاظ یہ ہیں :

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ...﴾

"اور بے حیائی کی باتوں کے پاس بھی نہ پھٹکنا (خواہ) وہ علانیہ ہوں یا پوشیدہ۔"

اسی طرح سورۂ بنی اسرائیل میں قتلِ اولاد کی ممانعت کے بعد فرمایا :

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا ۝﴾

"اور زنا کے قریب بھی نہ پھٹکو' یقیناً وہ بڑی بے حیائی (کی بات) ہے اور (بہت ہی) برا چلن۔"

اسی طرح حدیث میں بھی قتل اولاد کی ممانعت کے بعد زنا کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ اصل الفاظ یہ ہیں : اَنْ تَزْنِيَ حَلِيلَةَ جَارِكَ یعنی بڑے گناہوں میں ایک یہ ہے کہ انسان اپنی پڑوسن سے بدکاری میں مبتلا ہو۔

مذکورہ بالا آیت کے ضمن میں مولانا امین احسن اصلاحی صاحب لکھتے ہیں :

"اِمْلَاق کے معنی فقرو تنگ دستی کے ہیں۔ سورۂ بنی اسرائیل میں "خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ" کے الفاظ ہیں۔ یعنی اس اندیشے سے کہ اولاد کیا کھائے گی' کہاں سے اس کی پرورش ہوگی' اس کو قتل نہ کرو۔ اہل عرب میں قتل اولاد کی ایک قسم تو وہ تھی جس کا تعلق مشرکانہ توہمات سے تھا' جس کا ذکر اسی سورۃ میں پیچھے گزرا ہے۔ دوسری صورت یعنی قبائل میں لڑکیوں کو زندہ درگور کر دینے کی تھی' جس کا سبب غیرت کا ظالمانہ حد تک غلو تھا۔ تیسری یہ فقرو فاقے کے اندیشے کی صورت تھی۔ بعض غریب لوگ تنگ دستی سے گھبرا کر یہ ظالمانہ حرکت کر بیٹھتے۔ اس قسم کی لرزہ خیز خبریں اب بھی کبھی کبھی ان ملکوں سے آجاتی ہیں جن میں غربت زیادہ ہے یا جہاں کسی ناگہانی آفت سے لوگ مسائل میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ اس ظلم کا اصل باعث انسان کی یہ جہالت ہے کہ وہ اپنے آپ کو اپنا اور اپنی اولاد اور متعلقین کا روزی رساں سمجھ بیٹھتا ہے۔ حالانکہ ہر شخص کو وجود اور رزق خدا کی طرف سے ملتا ہے۔ انسان ان چیزوں میں واسطہ اور ذریعہ ہونے سے زیادہ دخل نہیں رکھتا۔ اگر کسی کو خدا نے اولاد بخشی ہے تو اصلاً اس کی تحویل میں خدا کی امانت ہے۔ اس کا فرض یہ ہے کہ عقل و فطرت اور شریعت کی رو سے اس امانت سے متعلق اس پر جو ذمہ داریاں اور جو فرائض عائد ہوتے ہیں' وہ اپنے امکان کی حد تک ادا کرے۔ لیکن ایک لمحہ کے لئے بھی اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو کہ خدا نے اس کو ان کا رزّاق بنایا ہے اور جس رزق سے وہ پلتے ہیں یہ وہ ان کو فراہم کرتا ہے۔ ان کا رزق تو درکنار

آدمی اپنا رزق بھی خدا ہی سے پاتا ہے۔ بچہ ماں کی چھاتی سے جو دودھ پیتا ہے' یہ بھی ماں کا دیا ہوا نہیں بلکہ اپنے رب کا دیا ہوا پیتا ہے۔ تو جب بچہ اپنے رب کا دیا ہوا کھاتا ہے' پیتا ہے تو کسی دوسرے کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ اس کو اس اندیشے سے قتل کرے کہ میں اس کی پرورش کہاں سے کروں گا؟ قرآن نے اسی حقیقت کو یوں سمجھایا ہے کہ : نَحۡنُ نَرۡزُقُکُمۡ وَاِیَّاھُمۡ ہم ہی تم کو بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی (دیتے ہیں)۔

افراد کی طرح بعض اوقات حکومتیں بھی اپنے دائرہ اختیار اور اپنے فطری اور شرعی حدودِ کار سے متجاوز ہو کر ان حدود میں مداخلت کرنے لگتی ہیں جو قدرت کے حدود ہیں۔ اس تعدی کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ خلق کے لئے کوئی مفید کام کرنے کی جگہ وہ اپنی صلاحیتیں نظامِ قدرت سے زور آزمائی میں صرف کرنا شروع کر دیتی ہیں۔ ایک فرض شناس حکومت کے لئے یہ بات تو معقول ہے کہ وہ اپنے ملک کے وسائلِ معاش کو ترقی دینے کے لئے بر و بحر کے ایک ایک چپہ اور ایک ایک گوشہ کو چھان ڈالے اور اس راہ کے کسی پتھر کو بھی الٹے بغیر نہ چھوڑے' یہ بات بھی اس کے فطری بلکہ شرعی فرض میں سے ہے کہ ملک کے عوام کو زندگی کے ہر شعبہ میں' خواہ وہ پبلک ہو یا پرائیویٹ' اجتماعی ہو یا خاندانی' احتیاط' اعتدال' کفایت شعاری' صحت و صفائی اور محنت کی تربیت دے' لیکن یہ امر بالکل اس کے دائرہ اختیار اور حدودِ کار سے باہر ہے کہ وہ یہ منصوبہ بندی کرے کہ اتنی مدت میں ہم اتنا غلہ پیدا کریں گے اور اس حساب سے اتنے بچوں کو پیدا ہونے دیں گے اور اگر کسی مزید ناخواہدہ مہمان نے ہماری نپی روٹی اور گنی بوٹی میں حصہ دار بننے کی کوشش کی تو ہم اپنی سائنسی تدبیروں سے کام لے کر اس کا گلا گھونٹ دیں گے۔

غور کیجئے تو معلوم ہو گا کہ اس معاملہ میں جو غلط فہمی عرب جاہلیت کے سنگ دلوں کو لاحق ہوئی تھی اسی غلط فہمی کا شکار اس زمانے کی متمدن حکومتیں ہو رہی ہیں۔ انہیں بھی خدا پر غصہ تھا کہ جب وہ بھرپور روٹی نہیں دے رہا ہے تو دم بدم اولاد میں کیوں اضافے کئے جا رہا ہے؟ یہ غصہ وہ اولاد کو قتل کر کے نکالتے تھے۔ اس زمانہ کے متمدن انسان کو بھی برہمی ہے کہ ابھی جب اپنے ہی معیارِ زندگی کو ہم اپنے مطلوبہ معیار پر نہ پہنچا سکے تو دوسروں کی ذمہ داری کا بوجھ اپنے کندھوں پر کس طرح

اٹھالیں؟ اس برہمی یا گھبراہٹ میں انہوں نے خاندانی منصوبہ بندی کی اسکیم بناڈالی۔ شکلیں ذرا بدلی ہوئی ہیں۔ عرب اجڈ اور گنوار تھے' اس وجہ سے انہوں نے ایک ناتراشیدہ اور بھونڈی سی شکل اختیار کی۔ موجودہ زمانے کا انسان مہذب اور تعلیم یافتہ ہے' اس وجہ سے اس نے ایک خوبصورت سی شکل اختیار کی ہے اور نام بھی اس کا اس نے پیارا سا ڈھونڈ نکالا ہے' لیکن فلسفہ دونوں جگہ ایک ہی ہے۔ انہوں نے بھی رزّاق اپنے کو سمجھا اور یہ بھی رزّاق اپنے کو سمجھ بیٹھے ہیں حالانکہ رزّاق تو اللہ تعالیٰ ہے۔ قرآن نے عربوں پر تو ان کی غلطی واضح کر دی اور وہ یہ بات سمجھ بھی گئے' مان بھی گئے' لیکن اس زمانے کے پڑھے لکھے جنوں کو کون سمجھائے اور کون قائل کرے۔" (تدبر قرآن' ص ۱۹۹۔۲۰۰' ج ۳)

مولانا اصلاحی صاحب دوسری جگہ آیت "وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ" کے ضمن میں رقم طراز ہیں :

"اور اللہ نے جو کچھ تمہارے لئے مقدر کر رکھا ہے اس کے طالب بنو۔" یعنی اولاد جو ازدواجی زندگی کا اصل مقصد ہے اس کے طالب بنو۔ اور یہ یاد رکھو کہ اس چیز کا تمام تر انحصار تقدیر الٰہی پر ہے نہ کہ تمہارے اختیار یا اللہ کے سوا کسی اور کے تصرف پر۔ اس چیز کا حوالہ دینے سے مقصود یہ ہے کہ ازدواجی زندگی کی اصل غایت صرف لذت نہیں ہے بلکہ بقائے نسل ہے جو عین منشائے الٰہی ہے۔ اگر آدمی صرف لذت کے درپے ہو تو اس کا چھاپ انسان پر برا پڑ سکتا ہے لیکن اگر نگاہ اصل غایت پر ہو تو یہ بھی عبادت ہی میں داخل ہے۔ اس زمانے میں ضبطِ ولادت کی تحریک اس کے بالکل برعکس ازدواجی زندگی کے اصل مقصد کی بیخ کنی کر رہی ہے اور لذت کو اصل مقصد کی اہمیت دے رہی ہے۔" (تدبر قرآن' ص ۴۵۸۔۴۵۹' ج ۱)

ایک تیسری آیت "نِسَاۗؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ" کے ضمن میں مولانا اصلاحی صاحب لکھتے ہیں :

"حرث" کے معنی عربی میں کھیتی کے ہیں' عام اس سے کہ وہ باغوں کی نوعیت کی ہو یا دوسری فصلوں کی۔ عورتوں کے لئے کھیتی کے استعارے میں ایک سیدھا سادا پہلو تو یہ ہے کہ جس طرح کھیتی کے لئے قدرت کا بنایا ہوا یہ ضابطہ ہے کہ تخم ریزی ٹھیک

موسم میں اور مناسب وقت پر کی جاتی ہے' نیز بیج کھیت ہی میں ڈالے جاتے ہیں' کھیت سے باہر نہیں پھینکے جاتے' کوئی کسان اس ضابطے کی خلاف ورزی نہیں کرتا' اسی طرح عورت کے لئے فطرت کا یہ ضابطہ ہے کہ ایامِ ماہواری کے زمانے میں یا کسی غیر محل میں اس سے قضائے شہوت نہ کیا جائے۔ اس لئے کہ حیض کا زمانہ عورت کے جمام اور غیر آمادگی کا زمانہ ہے' اور غیر محل میں مباشرت باعثِ اذیت واضاعت ہے۔ اس وجہ سے کسی سلیم الفطرت انسان کے لئے اس کا ارتکاب جائز نہیں۔ اپنے اس پہلو سے یہ آیت اوپر والی آیت کی گویا توضیح مزید ہوئی۔"

آگے رقم طراز ہیں :

"ہر شخص جانتا ہے کہ ازدواجی زندگی کا سارا سکون و سرور فریقین کے اس اطمینان میں ہے کہ ان کی خلوت کی آزادیوں پر فطرت کے چند موٹے موٹے قیود کے سوا کوئی قید' کوئی پابندی اور کوئی نگرانی نہیں ہے۔ آزادی کے اس احساس میں بڑا کیف اور بڑا نشہ ہے۔ انسان جب اپنے عیش و سرور کے اس باغ میں داخل ہوتا ہے تو قدرت چاہتی ہے کہ وہ اپنے اس نشہ سے سرشار ہو لیکن ساتھ ہی یہ حقیقت بھی اس کے سامنے قدرت نے رکھ دی ہے کہ یہ کوئی جنگل نہیں بلکہ اس کا اپنا باغ ہے اور یہ کوئی ویرانہ نہیں بلکہ اپنی کھیتی ہے۔ اس وجہ سے وہ اس میں آنے کو تو سو بار آئے اور جس شان' جس آن' جس سمت اور جس پہلو سے چاہے آئے لیکن اس باغ کا باغ ہونا اور کھیتی کا کھیتی ہونا یاد رکھے' اس کے کسی آنے میں بھی اس حقیقت سے غفلت نہ ہو۔

اپنی کھیتی سے متعلق ہر کسان کی دلی خواہش یہ ہوتی ہے کہ اس سے اسے برابر نہایت اچھی فصل حاصل ہوتی رہے' مناسب وقت پر اس میں ہل چلتے رہیں' ضرورت کے مطابق اس کو کھاد اور پانی ملتا رہے' موسمی آفتوں سے وہ محفوظ رہے' آئند و روند' چرند و پرند اور دشمن اور چور اس کو نقصان نہ پہنچا سکیں' جب وہ اس کو دیکھے تو اس کی طراوت و شادابی اس کو خوش کر دے اور جب وقت آئے تو وہ اپنے پھلوں اور پھولوں سے اس کا دامن بھر دے۔

قرآن نے عورت کے لئے کھیتی کے استعارے میں یہ ساری باتیں جمع کر دی ہیں اور اس استعارے نے ان لوگوں کے نظریئے کی تو جڑ ہی کاٹ دی ہے جو خاندانی

منصوبہ بندی کی اسکیمیں چلاتے ہیں۔ اس لئے کہ کھیتی سے متعلق یہ رہنمائی تو معقول قرار دی جاسکتی ہے کہ اس سے زیادہ سے زیادہ اور اچھی سے اچھی پیداوار کس طرح حاصل کی جائے لیکن یہ بات بالکل غیر منطقی ہے کہ لوگوں کو اس بات کے سبق پڑھائے جائیں کہ وہ بیج تو زیادہ سے زیادہ ڈالیں لیکن فصل کم سے کم حاصل کریں۔ اس قسم کی نامعقول منطق صرف نادانوں ہی کو سوجھ سکتی ہے۔" (تدبر قرآن ص ۵۲۷۔۵۲۸، ج ۱)

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی" سورۂ بنی اسرائیل کی آیت "وَلَا تَقْتُلُوٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ" کے ضمن میں رقم طراز ہیں :

"یہ آیت ان معاشی بنیادوں کو قطعی منہدم کر دیتی ہے جن پر قدیم زمانے سے آج تک مختلف ادوار میں ضبطِ ولادت کی تحریک اٹھتی رہی ہے۔ افلاس کا خوف قدیم زمانے میں قتلِ اطفال اور اسقاطِ حمل کا محرک ہوا کرتا تھا اور آج وہ ایک تیسری تدبیر، یعنی منع حمل کی طرف دنیا کو دھکیل رہا ہے۔ لیکن منشور اسلامی کی یہ دفعہ انسان کو ہدایت کرتی ہے کہ وہ کھانے والوں کو گھٹانے کی تخریبی کوشش چھوڑ کر ان تعمیری مساعی میں اپنی قوتیں اور قابلیتیں صرف کرے جن سے اللہ کے بنائے ہوئے قانون فطرت کے مطابق رزق میں افزائش ہوا کرتی ہے۔ اس دفعہ کی رو سے یہ بات انسان کی بڑی غلطیوں میں سے ایک ہے کہ وہ بار بار معاشی ذرائع کی تنگی کے اندیشے سے افزائش نسل کا سلسلہ روک دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ یہ انسان کو متنبہ کرتی ہے کہ رزق رسانی کا انتظام تیرے ہاتھ میں نہیں ہے بلکہ اس خدا کے ہاتھ میں ہے جس نے تجھے زمین میں بسایا ہے۔ جس طرح وہ پہلے آنے والوں کو روزی دیتا رہا ہے بعد کے آنے والوں کو بھی دے گا۔ تاریخ کا تجربہ بھی یہی بتاتا ہے کہ دنیا کے مختلف ملکوں میں کھانے والی آبادی جتنی بڑھتی گئی ہے، اتنے ہی بلکہ بارہا اس سے بہت زیادہ معاشی ذرائع وسیع ہوتے چلے گئے ہیں۔ لہٰذا خدا کے تخلیقی انتظامات میں انسان کی بے جا دخل اندازیاں حماقت کے سوا کچھ نہیں ہیں۔ یہ اسی تعلیم کا نتیجہ ہے کہ نزول قرآنی کے دور سے لے کر آج تک کسی دور میں بھی مسلمانوں کے اندر نسل کشی کا کوئی عام میلان پیدا نہیں ہونے پایا۔" (تفہیم القرآن، ص ۶۱۳، ج ۲)

مولانا عبدالماجد دریا آبادی اس آیت "وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ" کے ضمن میں

فرماتے ہیں :

"اور اسے تلاش کرو جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے (بصورتِ اولاد اور بطورِ میاں بیوی کی یکجائی کے قدرتی نتیجہ کے۔ مَا کَتَبَ اللّٰهُ سے مراد اولاد صالح ہے۔ عمل مباشرت اگر صحیح سن میں اور مناسب وقت پر ہو تو بڑی گہری طبعی لذت بھی رکھتا ہے، لیکن اسلام نے اس عمل سے اصلی اور بڑا مقصد افزائش نسل اور حصول اولاد رکھا ہے کہ امت کی قوت اور کثرت میں برابر اضافہ ہوتا رہے اور ذاتی لذت اجتماعی منفعت کا ذریعہ بنتی رہے۔ ٹھیک اسی طرح جیسے کھانے پینے کی لذت طبعی ذریعہ بنتی ہے فرد کی حیات وبقاء کا اور اس کی تقویتِ جسم کا۔ ما قضی اللّٰهُ لکم مِن عملٍ صالِح لا بنِ عبّاس یعنی الوَلَد قاله اکثر المفسرین (معالم) اور ابن کثیر نے اسی معنی کی تائید میں صحابہ اور اکابر تابعین تک کا اجماع نقل کیا ہے۔ کَتَبَ "لکھ رکھا ہے" یعنی لوح محفوظ میں اپنی مشیتِ تکوینی میں (معالم) ای اَثْبَتَ فِی اللَّوحِ مِنَ الوَلد (کشاف) "وَابْتَغُوا" سے صاف اشارہ نکل رہا ہے کہ مطلوب افزائشِ نسل ہے نہ کہ ارادی لاولدی یا عزل۔ قیل هو نهی عن العزل (کشاف) (قیل کذا بیضاوی) یعنی اس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ عزل ناجائز ہے۔

منع حمل اور قطع نسل کی جس جدید تحریک کا اس وقت زور ہے اور جو "ضبطِ تولید" وغیرہ مختلف خوشنما ناموں سے پیش ہو رہی ہے، قرآن مجید نے اپنے بلیغ انداز میں اس سب کی تردید کردی ہے اور بتا دیا کہ مباشرت کا جو نتیجہ قدرتاً اور طبعاً نکلتا ہے اس کی توقع رکھنی چاہیے اور اسی کا انتظار کرنا چاہئے۔ عام قاعدہ اصولی عمومی یہی ہے۔ باقی اجتماع تزوجی کے قدرتی نتیجوں کو بلاوجہِ خاص اور ضرورتِ شدید مصنوعی ذریعوں اور تدبیروں سے روکنا اور ربڑ وغیرہ کے آلات کو کام میں لانا، مصیبتوں کو دور کرنا نہیں جسمانی آلام اور اخلاقی امراض کو بڑھانا اور فرد و قوم دونوں کو نئے نئے فتنوں کو دعوت دینا ہے۔ انتہائی کوششوں کے باوجود ابھی تک تو کوئی پوری طرح "حمل روک" آلہ دریافت نہیں ہو سکا۔ اب تک کوئی مانع حمل ایسا دریافت نہیں ہو سکا ہے جو ہر طرح قابل اطمینان ہو۔ یعنی قطعی بے ضرر ہو اور سادہ ہو۔ (انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا، ج ۳، ص ۶۵۰، ط ۔۴۱)

"اور پھر اگر کوئی بے خطا اور مکمل تدبیر دریافت ہو بھی گئی تو منع حمل کی جسمانی ضرورتوں کے تدارک کی کیا صورت ہوگی؟ یہ باور کرنا دشوار ہے کہ یہ عمل (امتناع) بار بار کیا جائے اور اس کے مضر اثرات مرد و عورت کے اعلیٰ صفات پر مرتب نہ ہوں۔"

(ایضاً ص ۱۵۱)

یہ اگر مان بھی لیا جائے کہ جلد جلد استقرارِ حمل اور وضعِ حمل سے عورت کی صحت خراب ہو جاتی ہے تو بھی خود طبِّ جدید کا فتویٰ یہی ہے کہ عورت کو زمانہ حمل میں صنفی اعمال سے جو مہلت مل جاتی ہے نیز وضع حمل کے بعد رضاعت وغیرہ کی مشغولی، تو یہ سب عورت کی صحت کے لئے ضروری ہے۔ اور پھر یہ بھی تو ہے کہ اولاد کی پیدائش ہمیشہ والدین کے ارادہ کے تابع نہیں رہتی۔ چنانچہ ایسے والدین کی مثالیں بارہا مشاہدہ میں آ چکی ہیں کہ پہلے تو انہوں نے امتناع کی صناعی (مصنوعی) تدبیریں اختیار کر کے اپنے اعضاء تولید کی صلاحیتوں کو ضائع کر دیا اور پھر آگے چل کر جب اولاد کی خواہش یا ضرورت محسوس کی تو اپنی سابقہ حرکتوں پر پچھتائے۔ یہ سب تصریحات انسائیکلوپیڈیا ہی سے ماخوذ ہیں۔

متعدد ڈاکٹروں اور لیڈی ڈاکٹروں اور ماہرین سائنس نے اس جدید فیشن کی لغویت اور بے ہودگی پر اس سے بھی زیادہ کھلے لفظوں میں کہا ہے اور اس کی طبعی مضرتیں کھل کر دکھائی ہیں خصوصاً عورت کے حق میں۔ بلکہ یورپ کے متعدد ممالک تو اس تحریک کے نتائج سے تنگ آ کر اور طویل تجربوں کے بعد بالآخر اسی پر مجبور ہوئے کہ ماؤں کے لئے انعام دیں اور ہر نئی زچگی پر ایک نیا انعام دیں۔ جرمنی اٹلی وغیرہ سے تو یہ خبریں کئی سال سے آنا شروع ہو گئی تھیں اور اب روس، فرانس وغیرہ سے عین دورانِ جنگ میں آنے لگی ہیں۔ (یہ سطور ۱۹۴۳ء میں دوسری جنگ عظیم میں لکھی جا رہی ہیں) اور بالآخر بات اسی کی سچ نکلی اور اسی کی بلند رہی جس نے کہا تھا کہ "تَزَوَّجُوا الْوَلُوْدَ الْوَدُوْدَ" شادیاں کرو زیادہ بچے جننے والی اور خوب محبت کرنے والی بیبیوں سے۔

"وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ" (انعام۔ ۱۰۱) سے قتل اولاد کی ملعون رسم، دختر کشی کے دستور کے علاوہ مقصود اس سے تمام تر روکنا ہے۔ افلاس کا ذکر

اس لئے فرمایا کہ فلاسفہ مادیّین اور مفکرینِ جاہلیت اپنے نظریہ کی عقلی توجیہ عموماً یہی کرتے ہیں۔ چنانچہ آج جاہلیتِ فرنگ کے زیر سایہ جو شاندار تحریک قتل اولاد کی خفی و باریک صورت "منعِ حمل" کے نام سے جاری ہے' اس کا محرک بھی یہی خوفِ افلاس ہے۔

مالتھس نامی ایک ماہر معاشیات جو برطانیہ میں ۱۹ویں صدی کی ابتداء میں پیدا ہوا ہے اور قتل اولاد یا "منع حمل" کی تحریک اصلاً اسی کی چلائی ہوئی ہے' اس کے سارے نظریہ کی بنیاد یہی خوفِ افلاس ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو انگریزی تفسیر القرآن (وَلَا تَقْتُلُوا اَوْلَادَكُمْ) اور بعض علماءِ سنت نے آیت کے ان الفاظ سے عزل یعنی منع حمل بلا آلات کے عدم جواز پر بھی استدلال کیا ہے۔

وقد يستدل بهذا من يمنع العزل لان الواد يرفع الموجود والنسل والعزل منع اصل النسل فتشابها الا ان قتل النفس اعظم وزرًا واقبح فعلاً (قرطبی۔ ج ۴'ص ۱۳۲'سورۃ الانعام'پ ۸)

جو لوگ عزل کو ناجائز سمجھتے ہیں وہ اس آیت سے عزل کی ممانعت پر استدلال کرتے ہیں کیونکہ زندہ درگور کرنے سے موجودہ اولاد بھی ختم ہو جاتی ہے اور آئندہ آنے والی نسل کا بھی راستہ بند ہو جاتا ہے اور یہ آئندہ ہونے والی نسل کو روکنے کی ایک شکل ہے لہٰذا دونوں صورتیں ایک ہی طرح کی ہیں' فرق اتنا ہے کہ کسی جان کا قتل بڑا گناہ ہے اور یہ نہایت ہی برا کام ہے۔

﴿وَلَا تَقْتُلُوا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ﴾ (بنی اسرائیل : ۳۱)

منع حمل کے ذریعے قتل اولاد کے نظریہ کی قرآن مجید تردید کرتا ہے۔ متعدد جاہل قوموں کا نظریہ یہ رہا ہے کہ افرادِ کاسبہ چونکہ عورتوں میں نہیں صرف مَردوں میں پیدا ہوتے ہیں' اس لئے عورت کو قومی دولت میں شرکت کا اور زندہ رہنے کا بھی کوئی حق نہیں۔ عرب جاہلیت میں بھی یہی نظریہ عام تھا :

العرب كانوا يقتلون البنات لعجز البنات عن الكسب و قدره البنين عليه بسبب اقدامهم على النهب والفازه (کبیر)

عرب کے باشندے اپنی لڑکیوں کو قتل کرتے تھے اس بناء پر کہ وہ روزی کما نہیں

سکتیں' بر خلاف نرینہ اولاد کے کہ وہ روزی کمانے پر قدرت رکھتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مرد جس طرح لوٹ مار اور قتل وغارت کرسکتے ہیں (عورتیں اس طرح نہیں کرسکتیں)۔"

مولانا وحید الدین خان صاحب آیت "وَلَا تَقْتُلُوا اَوْلَادَكُمْ مِنْ اِمْلَاقٍ" کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

"انسان اپنے حرص اور ظلم کی وجہ سے خدا کے پیدا کئے ہوئے رزق کو تمام بندوں تک منصفانہ طور پر پہنچنے نہیں دیتا اور جب اس کی وجہ سے قلت کے مصنوعی مسائل پیدا ہوتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ کھانے والوں کو قتل کردو یا پیدا ہونے والوں کو پیدا نہ ہونے دو۔ اس قسم کی باتیں خدا کے نظامِ رزق پر بہتان کے ہم معنیٰ ہیں۔"
(سورۃ انعام' تذکیر القرآن' جلد ۱' ص ۳۵۳)

اور سورۂ بنی اسرائیل میں آیت "وَلَا تَقْتُلُوا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ" کی تفسیر میں مولانا وحید الدین خان صاحب لکھتے ہیں:۔

"خدا ہی نے تمام جانوروں کو پیدا کیا ہے۔ وہی ان کے رزق کا انتظام کرتا ہے۔ ایسی حالت میں کسی انسان کا کسی کو رزق کی تنگی کا نام لے کر ہلاک کرنا' ایک ایسا کام کرنا ہے' جس کا اس سے کوئی تعلق نہ تھا۔ جب رزق کا انتظام خدا کی طرف سے ہو رہا ہے تو کسی کو کیا حق ہے کہ وہ کسی جان کو اس اندیشے سے ہلاک کرے کہ وہ کھائے گی کیا؟"

"ہم ان کو بھی رزق دیں گے اور تم کو بھی" کے الفاظ کے ذریعہ انسان کے ذہن کو اس معاملے میں تخریب کے بجائے تعمیر کی طرف موڑا گیا ہے۔ غور کیجئے کہ جو انسان موجود ہیں وہ اپنا رزق کس طرح حاصل کر رہے ہیں۔ وہ اس کو خدا کے فراہم کردہ پیداواری وسائل پر عمل کرکے حاصل کر رہے ہیں۔ یہی طریقہ آئندہ آنے والی نسل کے لئے بھی درست ہے۔ تم کو چاہئے کہ مزید پیدا ہونے والوں کو خدا کے پیداواری وسائل پر مزید عمل کرنے پر لگاؤ نہ کہ خود پیدا ہونے والوں کی آمد کو روکنے لگو۔" (سورۃ بنی اسرائیل' آیت ۳۱' تذکیر القرآن' ص ۷۷۰' جلد ۱)

مذکورہ بالا تفسیری اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی چار آیات ایسی ہیں' جن سے موجودہ خاندانی منصوبہ بندی کے نظریہ کی ممانعتِ کلی نکلتی ہے :

۳) "مانع حمل گولیوں نے جنسی تعلقات کی افزونی پر گہرا اثر ڈالا ہے کیونکہ اس سے غیر مطلوبہ حمل کا خطرہ کم ہو جاتا ہے اور اس طرح مردوں اور عورتوں کے لئے عصمت و عفت کا دوہرا معیار ختم ہوتا جا رہا ہے۔ اگر عورت حمل کا خطرہ مول لئے بغیر جنسی تعلقات قائم کر سکتی ہے تو یہ مشکل ہی سے ممکن ہے کہ اس سے مطالبہ کیا جا سکے کہ وہ باعصمت رہے۔" (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا' ج ۷' ص ۱٦۰' طبع ۱۹۸۰ء)

۴) "بعض مغربی ممالک میں ۱۹٦۰ء کی دہائی میں مانع حمل گولیوں اور دیگر طریقوں کے باوجود ناجائز بچوں کی پیدائش میں اضافہ ہوا ہے لیکن تازہ رجحان کے طور پر صورت حال الٹ ہوئی ہے' خصوصاً نوجوان لڑکیوں میں۔ کیونکہ یہ لڑکیاں باقاعدگی سے مانع حمل گولیاں استعمال کرتی ہیں۔" (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا' ج ۷' ص ۱۰۹' طبع ۱۹۸۰ء)

۵) مغربی معاشروں میں تو فحاشی اس قدر مذموم شے نہیں کیونکہ "مغربی ثقافت جنسی تسکین کی اہمیت پر زور دیتی ہے۔" (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا' ۱۵واں ایڈیشن' طبع ۱۹۸۰ء' ج ۱۹' ص ۱۰۹۵)۔

ضبطِ تولید کے نقصانات

عورت کی صحت و زندگی کو نقصان

۱) تحقیقات سے ظاہر ہوا ہے کہ ضبطِ تولید کی گولیوں کے استعمال سے متعدد خطرات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان گولیوں کے استعمال اور چھاتی و رحم کے سرطان میں ممکنہ تعلق ظاہر ہوتا ہے۔ ان گولیوں کے استعمال سے جن علامتوں کے پیدا ہونے کی شہادت ملتی ہے' ان میں بڑھتا ہوا اعصابی تناؤ اور دیگر حیاتیاتی طرز کی کیمیائی تبدیلیاں شامل ہیں۔ اس امر کا بھی امکان ہے کہ رحمی بیضے کے تخلیقی عمل کو نقصان پہنچے۔ یہ گولیاں انسان کے جسم میں جن بیماریوں میں شدت پیدا کر سکتی ہیں' ان میں دمہ' پھوڑے پھنسی' درد شقیقہ' گنجاپن' سرخ دانے' سارے جسم میں اعصابی تکالیف (بشمول رعشہ اعضاء) اور خوراک کے جزو بدن بننے کے عمل میں غیر معمولی

رکاوٹیں (جس سے پاگل پن واقع ہو سکتا ہے) شامل ہیں۔ سب سے بدترین خطرہ یہ ہے کہ خون کے جم جانے کی تکلیف میں نو گنا اضافہ ہو سکتا ہے (اس انجماد سے خون یا پلازمہ کے لوتھڑے بننے لگتے ہیں) (انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا' ج ۲' ص ۱۰۶۸' طبع ۱۹۸۰ء)

۲) "نس بندی (Sterilization) کا تسلی بخش ذریعہ ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا۔" (انسائیکلو پیڈیا' ج ۲' ص ۱۰۶۹)

۳) "اسقاطِ حمل کے بعد انسان میں جرم کا احساس' جنسی تعلقات میں بگاڑ اور ذہنی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ مطالعہ بتاتا ہے کہ اسقاط حمل کرانے والی عورتوں کی زیادہ تعداد حالات کے ساتھ مطابقت نہیں کر پاتی۔ یوگوسلاویہ میں ایک مطالعہ کے دوران یہ بات سامنے آئی کہ اسقاط کرانے والی صرف ۲۴ فی صد عورتیں نارمل رہ سکیں"۔ (گویا ۷۶ فی صد عورتیں غیر معمولی حالات کا شکار ہو گئیں)....(انسائیکلو پیڈیا' ج ۲' ص ۱۰۶۸)

۴) "مانع حمل طریقوں کے اہم مسائل میں ابھی تک جزوی نتائج' مسلسل استعمال کی ضرورت' زہریلے اثرات اور غیر مطلوبہ اضافی اثرات کے خطرات پائے جاتے ہیں۔" (انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا' ج۔ ۲' ص ۱۰۷۰)

۵) "وسیع طور پر استعمال ہونے والی مانع حمل گولیوں کے کچھ اجزاء کے بارے میں دیکھا گیا ہے کہ ان کی زیادہ طاقت کی خوراک استعمال کرنے پر چھاتی کا سرطان پیدا ہو جاتا ہے۔" (انسائیکلو پیڈیا' ج ۳' ص ۷۶۴)

۶) "بچے کی پیدائش کو روکنے والی ادویات کے اخراجات اس سے بہت کم ہو سکتے ہیں جو بچے کی معاشی زندگی کے لئے ضروری اشیاء (مکان' خوراک وغیرہ) کی تیاری پر صرف ہوتے ہیں' لیکن یہ اخراجات اس وقت کم ہوں گے جب یہ مانع حمل ادویات و آلات خاصے یقینی ہوں۔ جب ان کی کارکردگی عملاً صفر ہو جیسا کہ عام اور جاہل آبادی میں ہے تو معاشی ترقی بہت زیادہ منافع بخش ثابت ہوتی ہے۔" (انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا' ج ۱۴' ص ۸۲۳)

قوم میں قوتِ کار کی کمی

"جن معاشروں میں افزائشِ نسل کی طرف کم توجہ دی گئی انہیں مٹ جانے کے خطرے کا سامنا کرنا پڑا۔" (انسائیکلوپیڈیا' ج ۷' ص-۱۵۶)

معاشرتی نقصانات

۱) "مغربی ثقافت جنسی تسکین کی اہمیت پر زور دیتی ہے۔" (انسائیکلو پیڈیا ج ۷' ص ۱۵۶)

۲) "ایک عام شادی شدہ جوڑے کو صاحب اولاد ہونا چاہئے۔ جو لوگ اولاد مؤخر کرتے ہیں بعد میں انہیں اس پر نادم ہونا پڑتا ہے۔ شادیاں نت نئے مسائل کو جنم دیتی ہیں۔ زوجین خواہ ایک دوسرے سے مطمئن ہوں' وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان پر شدید قسم کی بدمزگی اور بے کیفی مسلط ہو جاتی ہے گویا کہ وہ اپنے سفر کے اختتام پر پہنچ گئے ہوں۔ ضبطِ ولادت سے عورت کی مادری جبلت کا گلا گھونٹ دیا جاتا ہے' جس سے اس کا نظامِ اعصاب پراگندہ ہو سکتا ہے' اس کی صحت تباہ ہو سکتی ہے اور زندگی میں اس کی تمام خوشی اور دلچسپی خاک میں مل سکتی ہے۔"

Alexander James N. The Psycologist Magazine London, June 1961, p-5

(بحوالہ اسلام اور ضبط ولادت' از مولانا مودودی' ص ۴۰' ۱۹۶۸ء)

۳) "طلاق کی شرح سب سے زیادہ ان خاندانوں میں ہے جن میں شادی کا نتیجہ اولاد سے محرومی اور بچوں کی تعداد میں کمی ہے۔"

معاشی نقصان

"ضبط تولید سے ملک کی معیشت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچتا ہے۔ ملک میں بچوں اور نوجوانوں کی تعداد کم ہونے لگتی ہے اور بوڑھوں کی تعداد بڑھنے لگتی ہے' جس سے کام کرنے والے گھٹتے جاتے ہیں اور خرچ کرنے والے بڑھتے جاتے ہیں۔ ملکی صنعت کا بڑا حصہ بچوں اور نوجوانوں کی رنگارنگ ضروریات پوری کرنے میں لگا رہتا ہے۔ یہ حصہ یا تو

ختم ہو جاتا ہے یا کم ہو جاتا ہے جس سے صنعتوں میں کمی واقع ہو کر بے کاری پیدا ہو جاتی ہے اور قوم میں کمانے والے مزید کم ہو جاتے ہیں۔ قوم میں بے کاروں اور بوڑھوں کی کثرت سے ' قوم میں امنگوں اور امیدوں کے بجائے قنوطیت اور یاس کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ طبّی اخراجات میں زبردست اضافہ ہو جاتا ہے (بوڑھوں پر طبّی اخراجات زیادہ ہوتے ہیں)۔ اس کے علاوہ ضبطِ تولید کے نتیجہ میں گوناگوں بیماریوں کا شکار ہونے والی خواتین اور بچوں کو اضافی طبّی سہولت کی ضرورت پڑتی ہے۔ ان عوامل کے علاوہ کثرتِ آبادی کے سیاسی فوائد سے وہ قوم محروم ہو جاتی ہے کیونکہ عالمی سیاست میں کثیر آبادی کے حامل ملک کی زیادہ قدر ہوتی ہے۔ جب جارحانہ صلاحیت رکھنے والے نوجوانوں کے بجائے ہر معاملہ میں مداہنت سے کام لینے والے بوڑھے آ جاتے ہیں تو وہ قوم سیاسی اور معاشی میدان میں پیچھے رہ جاتی ہے اور وہ قوم آگے نکل جاتی ہے جس میں جنگی صلاحیت رکھنے والے نوجوانوں کے علاوہ معاشی میدانوں میں کام کرنے والے اور جفاکش نوجوانوں کی پوری کھیپ ہر وقت موجود رہتی ہے۔ جن ملکوں نے ضبطِ تولید پر عمل کیا ہے ان کے مسائل پر گفتگو کرتے ہوئے برٹرینڈ رسل نے جو تجزیہ کیا ہے' اس کے مطابق انگریز' فرانسیسی اور جرمن افراد کی تعداد برابر کم ہو رہی ہے اور اس کمی کی وجہ سے ان اقوام پر کم مہذب اقوام کی بالادستی قائم ہو رہی ہے۔"

Prniciples of Social Rconstruction
Bertrand Russel 1951'p 145

(بحوالہ "اسلام اور ضبط ولادت" از مولانا مودودی)

انٹرنیٹ کی سہولت رکھنے والوں کے لئے E-mail اور Web page کا ایڈریس

E-mail : anjuman@brain.net.pk

URL. http://www.tanzeem.org

پیکرِ رحمت ﷺ کا غصہ

قاری ظہیر احمد عباسی، کوہ مری

جانِ دو عالم ﷺ کی ہستی دنیا کی وہ واحد ہستی ہے کہ جس کی حیاتِ طاہرہ کا کوئی گوشہ، کوئی پہلو اقوامِ عالم کی نگاہوں سے پنہاں نہیں ہے اور پنہاں ہو تا بھی کیسے جبکہ ربِّ کائنات نے اپنی آخری کتاب قرآن مجید میں اپنے آخری فرستادے محمد ﷺ کی پاکیزہ و مبارک زندگی کو حیاتِ انسانی کے لئے "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" کے الفاظ میں کامل نمونہ قرار دیا۔ اور نمونہ بننے والی زندگی کے لئے یہ امر لازمی تھا کہ اس کا کوئی پہلو، کوئی دَور، کوئی گوشہ چھپا ہوا نہ ہو تا۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اعلان عام فرمایا ہوا تھا کہ خلوتوں اور جلوتوں میں مجھ سے جو دیکھو وہ بلا جھجک اور بے دھڑک دوسروں کو بیان کر دو۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہر طبقہ انسانی کے لئے نمونہ ہے اور قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے اس زندگی کو ہی نمونہ یعنی اسوۂ حسنہ بننا تھا اس لئے ربِّ ذوالمنن نے اپنے قرآن کی طرح اس کی حفاظت کا بھی خوب بندوبست فرمایا۔ قرآن مجید کی حفاظت اپنے ذمے لی تو سیرتِ مصطفیٰؐ کی حفاظت کا کام اصحابِ مصطفیٰؐ کی مقدس جماعت سے لیا اور اب مسلمان ڈنکے کی چوٹ پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ دنیا میں کسی کی زندگی ہمارے حضورؐ کی زندگی سے زیادہ محفوظ نہیں ہے۔ حضورؐ کے ہر ہر فعل اور ادا کو جماعتِ صحابہ رضی اللہ عنہم نے نہایت حزم و احتیاط کے ساتھ محفوظ کیا ہے۔

سیرتِ مصطفوی ﷺ کے اسی امتیاز کی وجہ سے دنیا کی مختلف زبانوں میں بے شمار کتب تصنیف ہوئی ہیں اور ہو رہی ہیں۔ شاید ہی کوئی دن ایسا ہو جس دن سیرتِ مصطفیٰؐ پر کوئی کتاب نہ لکھی جاتی ہو۔ سیرتِ مصطفیٰؐ کے ہزاروں پہلوؤں پر مستقل کتب تصنیف کی گئی ہیں اور یہ کام سیلِ رواں کی طرح جاری ہے اور "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ" اور